رشید النساء کے اردو ناول میں اسلامی واخلاقی اقدار

Islamic Values in the Urdu naval written by Rasheed un Nisa

گل سم[i] ڈاکٹر منور ہاشمی[ii]

Abstract

Rasheed un Nisa was the first female novelist who ushered in the era of female novel writing by penning "Islah un Nisa". The novel, despite being written in 1881 could not be published as late as 1894 due to the conservative environment that prevailed at that time. Some of the salient issues highlighted through this novel include women's education, superstitions and condemnation of frivolous rituals/customs. The author has exquisitely delineated the social and familial issues that plagues the society at that time. Hence, its literary significance cannot be gainsaid. But, unfortunately, not very many critics have acknowledged Rasheed un Nisa's stature as first female novelist. It is an irrefutable fact that no novel, other than Islah un Nisa was published at the end of 19th century. Formal novel writing commenced at the turn of 20th century. But, it is a stark reality that female novel writing had begun with Islah un Nisa. Hence, there is no denying the fact that Rasheed un Nisa was actually the first female novelist in Urdu Literature.

A cursory glance at the literary works of that time clearly shows that only two novels, namely Miraat ul Uroos (Maulvi Nazeer Ahmed) and Surat Khayal (Shad Azeem Abadi) held social and moral significance. However, as Miraat ul Uroos highlighted improvement in women's moral behavior, hence Rasheed un Nisa had followed in to Maulvi Nazeer Ahmed's footsteps in her novel Islah un Nisa. Nevertheless, it is also imperative to mention that whereas Maulvi Nazeer Ahmed had laid emphasis merely on women's domestic grooming' learning, Rasheed un Nisa went a step further and sought the right of western education for women. Indeed, it was an astounding development in those conservative and stifled times. The women of that era were being treated like cattle. Their limited access included and was restricted to basic necessities only. Any recognition beyond their household obligations was equivalent to a stigma. Therefore, in such a conformist and traditional era, raising voice for women's right to education was indeed a huge achievement and a milestone. For this exact reason, Rasheed un Nisa's novel could not

i پی ایچ ڈی اسکالر نادرن یونیورسٹی نوشہرہ
ii ڈین فیکلٹی آف آرٹس اینڈ سوشل سائنسز نادرن یونیورسٹی نوشہرہ

be published for twelve years until her son returned from Europe after becoming a barrister and got his mother's novel published.

The major reason behind writing this novel was reformation of the society which simultaneously led her to women's reformation since the women of those times were superstitious and gullible. The main reason behind their credulous nature was lack of education. Rasheed un Nisa focused on how an educated woman can bring about a sea change in society through her own and her children's grooming. She turned out to be a trailblazer as her successors in female novel writing followed suit and played a pivotal role in betterment of society. Some of the most prominent figures in this respect include stalwarts like Sughra Humayun Mirza, Akbari begum, Abbasi Begum, Zafar Jehan Begum, A-Z, Hasan Begum, Fatima Begum, Tayabba Begum, Zia Bano and B-Sadeed. These novelist created characters on the pattern of Islah un Nisa and raised their voices against the menace of illiteracy, outdated customs and illogical beliefs. In modern times, Saleha Abid Husain, A.R.Khatton, Razia Fasih Ahmed, Razia Butt, Deeba Khanum, Iffat Mohani, Amna Iqbal Ahmed, Salma Kanwal and Bushra Rehman's works also bear strong imprints of Islah un Nisa.

Hence, it is quite evident that the campaign that was spearheaded by Rasheed un Nisa was duly and successfully followed by her female successors in Urdu Literature. The burning issues of those times were adequately portrayed in their works which eventually led to societal reformation. As woman holds a pivotal position in the social pyramid of the society and only she can understand and gauge the sufferings and problems of her fellow women, hence reformation of one woman tantamount to the reformation of an entire generation and subsequently the entire nation.

Key Words: Islamic values, Islah un Nisa, women's reformation, Urdu Poetry

تمہید

رشید النساء اردو کی پہلی ناول نگار خاتون ہیں جنہوں نے "اصلاح النساء" لکھ کر خواتین ناول نگاری کا آغاز کیا۔ یہ ناول 1881ء میں تحریر کیا گیا لیکن فرسودہ ماحول کی وجہ سے 1894ء میں طباعت کے مراحل سے گزرا۔اس کا اہم موضوع تعلیم نسواں ،اوہام پرستی اور بے جا رسوم و رواج کا خاتمہ تھا۔اس ناول میں مصنفہ نے اس دور کے مروجہ خاندانی و سماجی مسائل کی بھرپور منظر کشی کی ہے۔اس کی ادبی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ یہ ناول اسلامی و اخلاقی اقدار کا بے مثال نمونہ ہے۔ڈاکٹر سید جاوید اختر اس سلسلے میں کچھ یوں رقمطراز ہیں:

"اُردو کی پہلی باقاعدہ ناول نگار خاتون رشید النساء بیگم ہیں　جنہوں نے ایک اصلاحی اور مقصدی ناول "اصلاح النساء" تحریر کیا[1]۔"

ڈاکٹر مظفر اقبال لکھتے ہیں:

"رشید النساء سے قبل کسی دوسری خاتون ناول نگار کا اب تک پتہ نہیں چلا ہے اور اس اعتبار سے اصلاح النساء کو ہی اردو میں خواتین کا اولین ناول قرار دیا جا سکتا ہے اور چونکہ اس میں "اندرونِ خانہ" کی باتیں بیان کی گئی ہیں اس لئے اس میں "سنی سنائی" سے زیادہ "آنکھوں دیکھی" کا انداز کار فرما ہے اور اپنے اس وصف کی بدولت اسے انیسویں صدی کا ایک اہم ناول قرار دیا جا سکتا ہے[2]۔"

لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ زیادہ تر نقادوں نے رشید النساء کو پہلی ناول نگار خاتون تسلیم نہیں کیا۔ ڈاکٹر شائستہ اختر سہروردی نے اپنے انگریزی مقالے "اے کریٹیکل سروے آف دی ڈیویلپمنٹ آف دی اردو ناول اینڈ شارٹ اسٹوری" میں محمدی بیگم کو پہلی ناول نگار خاتون قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ نے اگرچہ اختر اور رینوی کا حوالہ دے کر ان کے ناول کا اقرار تو کیا لیکن انہوں نے رشید النساء کا نام خدیجۃ الکبریٰ (بیگم یحییٰ علی) تحریر کیا ہے۔ ڈاکٹر نیلم فرزانہ نے بھی اگرچہ ڈھکے چھپے انداز میں رشید النساء کا ذکر تو کیا لیکن ان کے ناول اور کرداروں پر بحث نہیں کی۔ یہاں تک کہ وقار عظیم جیسے بڑے نقاد نے بھی رشید النساء کے نام تک کو نظر انداز کیا ہے کہ انہیں بیسویں صدی سے پہلے خواتین ناول نگاری کے آثار دکھائی نہیں دیتے۔ ڈاکٹر یوسف سرمست بھی ان کے ہم خیال ہیں اور لکھتے ہیں:

"ربع اول کی ابتداء ہی سے اُردو میں خواتین نے ناول نگاری شروع کر دی تھی۔ وقار عظیم کا یہ خیال صحیح ہے کہ خواتین کے ناول بیسویں صدی کے آغاز سے پہلے نہیں ملتے۔ لیکن ایک بار جب وہ ناول نگاری کی طرف متوجہ ہوئیں تو صرف اسی کی ہو رہیں۔ اور اس صنف میں انھوں نے زبردست کارنامے انجام دیئے۔ ناول میں عورتوں کے جس قدر اہم اور وقیع کارنامے ملتے ہیں کسی اور صنف میں نہیں ملتے[3]۔"

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انیسویں صدی کے اواخر میں رشید النساء کے ناول کے علاوہ اور کوئی بھی ناول شائع نہیں ہوا اور اس کا باقاعدہ آغاز بیسویں صدی کے آغاز میں ہی ہوا لیکن اس کی شروعات "اصلاح النساء" سے ہی ہو گئی تھی۔ اس لیے یہ کہنا بجا ہے کہ رشید النساء ہی اردو کی پہلی ناول نگار خاتون ہیں جنہوں نے عورتوں کی اصلاح کے لیے ایک اخلاقی و معاشرتی ناول لکھا۔ اس بارے میں پروفیسر آصفہ واسع کچھ یوں رقمطراز ہیں:

"بہار کے اُردو ناول نگاروں میں رشیدۃ النساء کا نام ایک روشن ستارہ کی مانند ہے۔ یہ اُردو کی سب سے پہلی خاتون ہیں جنھوں نے ایک ناول پیش کیا ہے۔ ان کا زمانہ بھی وہی ہے جو نذیر احمد اور شاد کا ہے[4]۔"

دیکھا جائے تو اس وقت دو ناول مراۃ العروس (مولوی نذیر احمد) اور صورت خیال (شاد عظیم آبادی) معاشرتی و اخلاقی لحاظ سے اہمیت رکھتے تھے لیکن چونکہ مراۃ العروس میں اسلامی و اخلاقی اقدار کا پہلو زیادہ نمایاں تھا اس لیے رشید النساء نے "اصلاح النساء" میں مولوی نذیر احمد ہی کی پیروی کی ہے۔ جس کا وہ خود بھی اقرار کرتی ہیں:

"اللہ مولوی نذیر احمد صاحب کو عاقبت میں بھی بڑا انعام دے۔ ان کی کتاب کے پڑھنے سے عورتوں کو بڑا فائدہ پہنچا، جہاں تک ان کو معلوم تھا انہوں نے لکھا اور اب جو ہم جانتے ہیں اس کو انشاء اللہ تعالیٰ لکھیں گے۔ جب اس کتاب کو لڑکیاں پڑھیں گی تو مجھے خدا سے امید ہے کہ انشاء اللہ سب اصغری ہو جائیں گی۔ شاید سو میں ایک اپنی بد قسمتی سے اکبری رہ جائے۔ میرے لکھنے میں عمدہ بات یہ ہو گی کہ اس کتاب کے پڑھنے سے عورتوں پر اثر زیادہ ہو گا اور سمجھیں گی کہ اس نے عورتوں کی رسموں کو جہاں تک لکھا ہے آنکھ دیکھی بات لکھی ہے، اور جب لڑکیاں شائستہ اور تعلیم یافتہ ہو جائیں گی تو لڑکوں کا تعلیم پانا کچھ مشکل نہ ہو گا[5]۔"

ڈاکٹر ممتاز احمد خان اس بارے میں لکھتے ہیں:

"رشیدۃ النساء براہِ راست ڈپٹی نذیر احمد سے متاثر تھیں۔ اسی لیے انھوں نے مولوی صاحب کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے "اصلاح النساء" کی تخلیق کا اپنے دیباچے میں سبب بتایا تھا اور لڑکیوں کی اصلاح کے افادی پہلو کے حوالے سے اپنے ناول کے ماجرے کو استوار کیا تھا[6]۔"

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ڈپٹی نذیر احمد عورتوں کو صرف گھریلو تعلیم کے حصول تک محدود رکھتے ہیں جبکہ رشید النساء خواتین کے لیے مشرقی تعلیم کے ساتھ ساتھ مغربی تعلیم بھی لازمی قرار دیتی ہیں لیکن بشرط یہ کہ وہ اسلامی و دینی حدود کے اندر ہو۔ دیکھا جائے تو یہ اس معاشرے میں ایک عورت کا بہت بڑا قدم تھا جو انہوں نے اٹھایا کیونکہ اگر اس دور کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اخلاقی تعلیم و تربیت کی کمی کے باعث اس وقت عورت کو حقوق میسر نہیں تھے۔ ان کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا تھا۔ گھر، کپڑا اور مکان تک ان کے حقوق محدود تھے۔ گھر کی چار دیواری سے باہر ان کے نام تک لینے کو معیوب سمجھا جاتا تھا۔ ایسے ماحول میں عورت کے حقوق اور اس کی آزادی کے لیے آواز اٹھانا بہت بڑی بات تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب رشید النساء نے یہ ناول تحریر کیا تو بارہ سال تک قدامت پسند ماحول کی وجہ سے نہ چھپ سکا اور جب ان کا بیٹا یورپ سے بیرسٹر بن کر واپس آیا تو انہوں نے ہی یہ ناول شائع کرا دیا۔ اس حوالے سے رشید النساء کہتی ہیں:

"محمد سلیمان سلمہ الرحمٰن کے عمدہ تعلیم کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ تیرہ برس سے یہ کتاب جوردی میں پڑی تھی۔ اس کو انہوں نے چھپوا دیا۔ اللہ تعالیٰ برخوردار موصوف کی ہر طرح کی ترقی فرمائے[7]۔"

اس ناول کی تخلیق کا اہم مقصد معاشرے کی اصلاح تھا اور اس کے لیے رشید النساء نے عورتوں کی اخلاقی تعلیم و تربیت کا سوچا کیونکہ اس دور کی عورتیں ضعیف الاعتقاد اور توہم پرست تھیں اور اس کی اہم وجہ تعلیم نسواں کی کمی تھی۔ اس لیے مصنفہ نے اس ناول کے کرداروں کے طفیل تعلیم نسواں اور بچوں کی دینی واخلاقی تعلیم و تربیت کی اہمیت کو اُجاگر کیا۔ جس کی بعد میں آنے والی خواتین ناول نگاروں نے پیروی کر کے معاشرے کے فروغ اور ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ سید قیصر امام نے اس ناول کی مقبولیت کے بارے میں رشید النساء کی کتاب کے دیباچے میں اپنے خیالات کا اظہار کچھ یوں کیا ہے:

"اس دور میں جبکہ دنیا ترقی و کمالات علمی کے ساتھ اکیسویں صدی کی دہلیز پر دستک دے رہی ہے تب بھی برصغیر کے مسلمان گھرانوں کے قارئین 1881ء میں نوشتہ اس اصلاحی ناول کی افادیت سے انکار نہیں کر سکیں گے۔ اس کتاب کی افادیت اس

وقت بھی تھی جب یہ پہلی مرتبہ 1894ء میں شائع ہوئی تھی اور اپنے وطن میں جب تک تعلیم کا یہ حال رہے گا اور خواندگی کا یہ تناسب، اُس وقت تک اصلاح نسواں کی ضرورت اور اس کتاب کی افادیت بھی باقی رہے گی[8]۔"

یہ ناول اس دور کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ اس زمانے کی تاریخ ہے کیونکہ اس میں پیدائش سے لے کر اموات تک کے رسم ورواج کو پیش کیا گیا ہے۔ اوہام پرستی، ضعیف الاعتقادی اور عورتوں کی جہالت جیسے موضوع پر قلم اٹھا کر عورتوں کی اصلاح کی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے گھر تباہ ہو جاتے ہیں اور جو پیسے کے ضیاع کا سبب بھی بنتا ہے اور جن کو صرف اور صرف اچھی تعلیم و تربیت ہی کے ذریعے ختم کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ رشید النساء ایک عورت تھی اور عورت کی نفسیات اور مسائل کو بخوبی جانتی تھیں۔ انہوں نے اپنے معاشرے میں جن برائیوں کو دیکھا ان کو کرداروں کے ذریعے پیش کر کے دور کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے کی اہم مثال "منیری بیگم" کا کردار ہے جو محمد معظم کی بیوی تھی۔ وہ ایک جھگڑالو اور بدمزاج عورت تھی۔ سارا دن لڑتی جھگڑتی رہتی۔ شوہر، نوکر اور رشتہ دار سب اس کی بدسلوکی کی وجہ سے تنگ آ چکے تھے۔ وہ توہماتی سوچ رکھتی تھی اور ہر بیماری اور مسئلے کا حل تعویز اور گنڈوں کے ذریعے کراتی تھی۔ اس کے لیے پیروں فقیروں کے چکر لگاتی۔ اس کے بارے میں رشید النساء کہتی ہیں:

"دن رات بی بی پیر کھلایا کرتیں اور پیر اس کثرت سے تھے کہ خدا کی پناہ۔ شیخ سدو، زین خاں، شاہ دریا، شاہ سکندر، نقتوجنات، تقتوجنات، لال شہزادہ، ننھے میاں، جعفر جن، خونی شہید، لال پری، سبز پری، خونی پری، تغار پری، چھوٹے صاحب، بڑے صاحب، ان کے علاوہ اور بہت سے پیر تھے جو ان پر کھیلا کرتے تھے، بی بی کو جب ماما اصیلوں کی لڑائی سے فرصت ہوتی تھی تو بیٹھک اور پیروں کے سامان میں مشغول ہوتیں[9]۔"

منیری بیگم کی انہی خراب عادات کی وجہ سے اس کی بیٹی بسم اللہ کا گھر اجھڑ گیا۔ اس نے نہ تو اپنی بچی کی اچھی تعلیم و تربیت کی اور نہ ہی اس کے اچھے مستقبل کا سوچا اس لیے تو بسم اللہ بھی ماں کی طرح اجڈ و پھوہڑ اور بدسلیقہ نکلی۔ وہ ایک کامیاب عورت نہ بن سکی بلکہ یہاں تک کہ بسم اللہ نے بھی اپنی بیٹی مہر النساء عرف لاڈلی کی اچھی پرورش نہیں کی اور اس کی بھی ازدواجی زندگی ناکام رہی۔ اس سے رشید النساء یہ ثابت کرتی ہیں کہ ایک عورت ہی اگلی نسلوں کی ضامن ہوتی ہے اگر وہ اچھے برے میں تمیز نہ کر سکے گی، غیر تعلیم یافتہ ہو گی تو اس کی نسل بھی ویسی ہی ہو گی۔ ان سے معاشرے کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا بلکہ ایسی نسل معاشرے کے بگاڑ کا سبب بنے گی۔

اس کے برخلاف رشید النساء نے بیگم محمد اعظم کا کردار تخلیق کیا جو گرہستی میں طاق و تعلیم یافتہ اور سلیقہ مند تھی جس کی وجہ سے محمد اعظم کا گھر سکون اور محبتوں کا گہوارا تھا۔ ماں کے مزاج اور اچھی تربیت کا اثر ان کے بیٹے امتیاز الدین پر بھی پڑا۔ اس لیے وہ ایک قابل، محنتی اور ہونہار فرزند واقع ہوا کیونکہ بیگم محمد اعظم بڑے اچھے اور منفرد انداز میں اپنے بیٹے کی تربیت کر رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ بچے کی اچھی تعلیم و تربیت اس کی اسلامی اور اخلاقی ذمہ داری ہے اس لیے وہ روزانہ اس کو

پیار و محبت سے نصیحتیں کرتی۔ یوں اس کی باتیں امتیاز الدین کے دل و دماغ پر نقش کر گئیں۔ اس کے متعلق رشید النساء لکھتی ہیں:

"بی بی کا ہر روز کا یہ معمول تھا کہ صبح اٹھ کر وضو کر کے نماز پڑھ لیا کرتیں، ماما اصیلوں کو اٹھواتیں اور کھانے کی تیاری میں مشغول ہوتیں۔۔۔ لڑکے کو جگا کر ہاتھ منہ دھلوا کر اور کچھ ناشتہ کرا کے مکتب میں جانے کے لئے نہایت نرمی سے تاکید کرتیں، اس کی سمجھ کے موافق اس طرح سمجھاتی تھیں کہ لڑکے کے دل پر کسی طرح کا جبر نہیں ہوتا۔ اکثر کہتیں کہ بیٹا علم بڑی دولت ہے، روپیہ پیسہ اس کے سامنے کچھ نہیں ہے، پڑھنے لکھنے کے یہی دن ہیں، علم حاصل کرنے کا یہی سن ہے [10]۔"

بیگم محمد اعظم کی ایسی اخلاقی تربیت کی وجہ سے نہ صرف والد بلکہ محلے کے لوگ بھی اس سے خوش تھے۔ اسی تعلیم و تربیت کا اثر تھا کہ اس نے اُردو، عربی اور فارسی سیکھی۔ محمد اعظم کی بیوی نے اپنے بیٹے کی اچھی پرورش کے ساتھ ساتھ محلے کی لڑکیوں کو بھی تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا، انہیں اسلامی و اخلاقی قدروں کی پہچان کرائی۔ "اصلاح النساء" میں ایک کردار رحمت النساء کا بھی ہے جس کی ماں رحیم النساء ایک نیک اور صوم و صلوٰۃ کی پابند عورت تھی اور جس نے اپنی بیٹی کی بھی اچھی پرورش کی۔ جو بیگم محمد اعظم کی وساطت سے ہی اس گھر میں دوسری بہو بن کر آئی کیونکہ بسم اللہ کی آرام پسندی اور بد سلیقگی کی وجہ سے امتیاز الدین کی زندگی اجیرن ہو چکی تھی۔ رحمت النساء کے آنے سے اس کی زندگی میں سکون آنے لگا اور وہ اچھے عہدے پر بھی فائز ہو گئے کیونکہ رحمت النساء نہ صرف اپنے شوہر کا خیال رکھتی بلکہ اپنے ساس، سسر کا بھی عزت و احترام کرتی تھی۔ اس نے اپنی بیٹی اشرف النساء کی اچھی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ اخلاقی آبیاری بھی کی۔ اس لیے تو وہ اپنی ماں اور دادی کا نمونہ ثابت ہوئی اس کے برعکس بسم اللہ کی بیٹی لاڈلی اپنی ماں اور نانی کی طرح بد سلیقہ اور بد مزاج نکلی۔ پروفیسر آصفہ واسع اس ناول کے بارے میں لکھتی ہیں:

"مصنفہ نے لڑکیوں کی اصلاح کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایک اصلاحی مقصد ان کے سامنے تھا اور اسی مقصد کے تحت انہوں نے "اصلاح النساء" لکھ کر تعلیم کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ اور ٹونے ٹوٹکے، شادی میں فضول خرچی، بدعتوں، توہم پرستی اور فرسودہ رسم و رواج کی خامیوں پر بھرپُور روشنی ڈالی ہے [11]۔"

ڈاکٹر ایس کے جبیں کہتی ہیں:

"رشید النساء اپنی قوم کی لڑکیوں کو تعلیم یافتہ بنانا چاہتی تھیں اور ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ سماج میں جو برائیاں پھیلی ہوئی ہیں ان کا اصل سبب جہالت ہے۔ عقائد کی گمراہی اور اوہام پرستی کو وہ پوری قوم کے لیے مہلک تصور کرتی تھیں اور ضروری سمجھتی تھیں کہ مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی تعلیم و تربیت دی جائے تاکہ ذہن پر پڑے ہوئے جہالت کے پردے اٹھ سکیں [12]۔"

مصنفہ نے وزیرن کا کردار بھی تخلیق کیا، جو ایک پیرنی ہے اور ضعیف الاعتقاد عورتوں کو ورغلاتی ہے۔ جس کو سردار الدین ہی راہ راست پر لاتی ہے اور یوں اپنا اخلاقی فرض پورا کرتی ہے۔ رشید النساء نے ان کرداروں اور ناول کے کچھ اور ضمنی کرداروں کے ذریعے معاشرے کو اس کا اصل عکس دکھا دیا۔ کیونکہ ان کو علم تھا کہ معاشرے میں موجود برائیوں کی اصل وجہ اخلاقی اقدار کا فقدان ہے لیکن وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ لوگ قصے کہانیوں میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں اور ان کے

کرداروں کا اثر بھی دیر پا ہوتا ہے۔اس لیے انہوں نے اپنی زندگی کے تجربات اور مشاہدات کا نچوڑ ایک ناول کی صورت میں پیش کیا۔اس حوالے سے رشید النساء تحریر کرتی ہیں:

"مجھ کو بھی خیال ہوا کہ ایک کتاب ایسی لکھیں جن میں ان رسموں کا بیان ہو جن کے باعث سے صدہا گھر تباہ ہو گئے،اور جو باعث، فضول خرچ اور فساد کے ہیں، مگر مجھے یہ بھی خیال ہوا کہ ان باتوں کو نصیحت کے طور پر لکھنا میری حیثیت پر زیبا نہیں ہے۔بلکہ ان باتوں کو قصہ کے پیرایہ میں لکھنا ہر طرح سے مناسب ہوگا، یہ سوچ کر میں نے انہی کاموں اور جھگڑوں کو جو روزانہ ہر وقت ہر شریف خاندان میں ہوتے ہیں، فرضی نام لکھ کر لکھنا شروع کیا[13]۔"

یہ سچ ہے کہ انیسویں صدی کے آخر میں رشید النساء کے بعد خواتین کا کوئی بھی ناول سامنے نہیں آیا لیکن بیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ ہی خواتین ناول نگاروں نے رشید النساء کی تقلید میں ناول لکھنے شروع کئے۔ان میں صغرا ہمایوں مرزا، اکبری بیگم، عباسی بیگم، ظفر جہاں بیگم، ا۔ض۔ حسن بیگم، فاطمہ بیگم، طیبہ بیگم، ضیاء بانو اور ب۔سدید کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔انہوں نے "اصلاح النساء" کے کرداروں کی طرح کردار تخلیق کر کے توہم پرستی، فرسودہ رسومات اور جہالت کے خلاف آواز بلند کر کے معاشرے کی اصلاح میں اہم کردار ادا کیا۔ڈاکٹر غلام محی الدین انصاری سالک اس دور کی خواتین ناول نگاروں کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

"خواتین نے اپنے ناولوں میں معاشرتی زندگی کی تصویریں اور اس ماحول میں ابھرنے والے مسائل کو پیش کرنے میں نہ صرف کامیابی حاصل کی بلکہ آنے والی نسل کو بہت حد تک نئی راہ بھی دکھائی۔خواتین کے مشاہدات اور تجربات گھریلو مسائل تک محدود نہیں تھے۔بلکہ وہ ملک و قوم کی سیاسی و سماجی تبدیلیوں سے بھی پوری طرح باخبر تھیں[14]۔"

صغرا ہمایوں مرزا نے "مشیر نسواں" اور "سرگزشت ہاجرہ" کے نام سے ناول لکھے۔زہرہ اور ہاجرہ کے کردار تخلیق کر کے تعلیم نسواں کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ان ناولوں میں خواتین کے لیے کچھ اخلاقی پند و نصائح بھی بیان کی گئی ہیں جو ایک عورت کو کامیاب ازدواجی زندگی گزارنے میں مدد و معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔ان ناولوں میں رقیہ اور مسسز عون کے کرداروں میں بسم اللہ کے کردار کی جھلک دکھائی دیتی ہے جن کی تعلیم و تربیت پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی۔وہ اس کی طرح بدسلیقہ، ضدی اور منہ پھٹ تھیں۔ان کی وجہ سے گھر میں بے سکونی تھی جبکہ مصنفہ نے ان کے برعکس زہرہ اور ہاجرہ کے کردار تخلیق کیے جو بیگم محمد اعظم، رحمت النساء اور اشرف النساء کی طرح سمجھ دار اور سلیقہ مند عورتیں تھیں جو منفی کرداروں کی اصلاح کا سبب بنیں۔

محمدی بیگم جو ہندوستان کے پہلے زنانہ اخبار "تہذیب نسواں" کی مدیر تھیں ان کا ناول "شریف بیٹی" 1908ء میں شائع ہوا۔اس سے پہلے وہ "رفیق عروس" اور "سگھڑ بیٹی" جیسی نصائح پر مشتمل کتابیں لکھ چکی تھیں۔"شریف بیٹی" میں شریفن کے کردار میں "شریف النساء" کے کردار کا عکس دکھائی دیتا ہے۔

نذر سجاد حیدر اس دور کی ایک اہم اور مشہور ناول نگار ہیں۔ جنھوں نے اختر النساء، آہ مظلوماں، جاں باز، حرماں نصیب، ثریا، نجمہ اور مذہب اور عشق جیسے ناول تحریر کیے۔ ان تمام ناولوں میں "اصلاح النساء" کی طرح اصلاح معاشرت کا پہلو موجود ہے۔ ان سب کا اہم موضوع تعلیم نسواں اور بچے کی دینی و اخلاقی تربیت ہے۔ ان میں سے بطور مثال "اختر النساء بیگم" (اختر النساء) کا کردار لیا جا سکتا ہے جو سلیقہ مند، وفا شعار اور اچھے اخلاق کی مالک تھی۔ اچھی تعلیم و تربیت ہی کے بل بوتے پر زندگی کے درپیش مسائل کا مستقل مزاجی سے مقابلہ کرتی ہے۔ سوتیلی ماں اور پھر سسرال والوں کے مظالم سہتی ہے اور آخر کار قوم کی لڑکیوں کے لیے اپنی زندگی وقف کرتی ہے۔ اس حوالے سے نیلم فرزانہ تحریر کرتی ہیں:

> "اس ناول کا موضوع "تعلیم نسواں کی ضرورت و اہمیت" ہے۔ ناول کی ہیروئن اختر النساء بیگم کو اپنی زندگی میں بے انتہا مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور اس نے اپنے اندر صرف تعلیم و تربیت کے ذریعے تمام مشکلات کو انگیز کرنے کا حوصلہ پیدا کیا۔ اور ایک باعزت زندگی گزارنے کے قابل ہو سکی[15]۔"

اکبری بیگم جنھوں نے گلدستہ محبت، عفت نسواں، شعلہ پنہاں اور گودڑ کا لال لکھ کر معاشرے کی اصلاح کی۔ زیادہ شہرت "گودڑ کا لال" کو ہوئی۔ جس میں "اصلاح النساء" ہی کے موضوع کو منفی اور مثبت کرداروں کے ذریعے پیش کیا گیا ہے۔ اس کا اہم کردار ثریا جبیں ہے۔ اس کے علاوہ یوسف کے کردار میں امتیاز الدین، محبوب بیگم کے کردار میں اشرف النساء اور مقبول بیگم کے کردار میں بسم اللہ کے کردار کی جھلک ہے۔ نیلم فرزانہ اس ناول کے بارے میں بیان کرتی ہیں:

> "اکبری بیگم دراصل معاشرے کی اصلاح چاہتی تھیں۔ لہٰذا "گودڑ کا لال" میں جتنے کردار ہیں وہ سب کے سب ان کے اصلاحی نقطہء نظر کی وضاحت کرتے ہیں۔ اکبری بیگم کا مشاہدہ گہرا اور نظر بڑی تیکھی تھی۔ انھوں نے معاشرے کی ان چھوٹی چھوٹی برائیوں پر توجہ کی جو صالح معاشرے کو برباد کرتی ہیں[16]۔"

طیبہ بیگم کے ناولوں "احمدی بیگم" اور "انوری بیگم" کے علاوہ "حشمت النساء" کا بھی اہم موضوع "تعلیم نسواں کی اہمیت" ہے۔ جس میں مسز پارکنسن کے ذریعے سے ہی اس معاشرے کی عورتیں فرسودہ روایات اور جہالت کے اندھیروں سے نکل آئیں اور زندگی کی حقیقت جان گئیں۔ ڈاکٹر سید جاوید اختر اس ناول کے موضوع کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "تعلیم نسواں خاص موضوع ہے اور پرانی اور نئی تہذیب کی ٹکر دکھائی گئی ہے۔ جیت اس طبقے کی ہوتی ہے جو نئی روشنی کا دلدادہ ہے اور پرانے توہمات اور تعصبات کو چھوڑ کر جدید نظریات سے بہرہ ور ہو چکا ہے[17]۔"

ا۔ ض۔ حسن بیگم کے ناول "روشنک بیگم" میں بھی اخلاقی تعلیم و تربیت، اوہام پرستی اور فرسودہ رسم و رواج کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس کا قصہ بھی تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ اس دور کی نمائندگی کرتا ہے۔ روشنک بیگم اور ہمایوں فر اس ناول کے شاہکار کردار ہیں۔ جن کے ذریعے معاشرتی برائیوں کے خاتمہ کی کوشش کی گئی ہے۔ ضیا بانو کے تحریر کیے گئے

ناول "انجام زندگی" میں بھی رشید النساء ہی کے موضوع کی تقلید کی گئی ہے۔ اشرف النساء اور رحمت النساء سے مشابہ بلقیس کا کردار اور بسم اللہ جیسا کاہل، بدسلیقہ اور آرام پسند کردار زمرد تخلیق کر کے معاشرے کی اصلاح کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ فاطمہ بیگم کے ناول "صبر کا پھل" میں بھی اسی موضوع کی پیش کش ہے۔ ب۔ سدید کے اخلاقی اور معاشرتی ناول "بیاض سحر" پر بھی "اصلاح النساء" کی چھاپ ہے۔ بیگم جعفر، روح افزاء بیگم اور زہرہ یوسف کے ذریعے لڑکیوں کی اچھی تعلیم و تربیت اور ان میں اچھے اخلاق پیدا کرنے کے موضوع کو آگے بڑھایا گیا ہے اور معاشرے کی تشکیل اور فلاح و بہبود کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ تینوں کردار عورتوں کی ترقی کے خواہاں ہیں۔ اس ناول کی اہمیت کے متعلق ڈاکٹر جاوید اختر تحریر کرتے ہیں:

"اسی زمانے کا ایک مقبول ترین ناول "بیاض سحر" ہے۔ جس کی مصنفہ تراب علی (سدید) تھیں۔ یہ ناول بدلتے ہوئے تمدن کے ہندوستانی شرفاء کی گویا عکاسی ہے۔ اس کتاب نے مسلمان، عیسائی، ہندو اور پارسی سبھی اقوام کو متاثر کیا۔ لڑکیوں کی تعلیم، اصلاح رسوم، شادی میں آزادی رائے اور اولاد کی اچھی تربیت جیسے اہم مسائل اس کا موضوع ہیں۔ کہانی کے آغاز میں بچوں کی تربیت کے اصول بتائے گئے ہیں۔ اور اس کے لئے ماں کی تربیت کو بنیاد بنایا گیا ہے [18]۔"

ظفر جہاں بیگم کے خیالات پر بھی رشید النساء کے ناول کے اثرات ہیں۔ ان کے ناول "اختری بیگم" میں بھی اخلاقی تعلیم و تربیت کے موضوع کو اپنایا گیا ہے۔ عباسی بیگم نے بھی ناول "زہرا بیگم" تحریر کر کے اس ظالم سماج کے خلاف بغاوت کی۔ تعلیم کی اہمیت اور بے جوڑ شادی کے خطرناک نتائج کو موضوع بحث بنایا ہے۔ اے۔ آر خاتون کے ناول بھی رشید النساء کے خیالات و افکار کی نمائندگی کرتے ہیں۔ انہوں نے شمع، افشاں، تصویر، ہالہ اور چشمہ جیسے ناول تحریر کئے اور اسلامی و اخلاقی اقدار کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ "شمع" میں اختر حسین اپنی بیٹی شمع کی اچھی تعلیم و تربیت کرتے ہیں اور اس کو زندگی کے نامساعد حالات کا مقابلہ کرنے کے قابل بناتے ہیں۔

صالحہ عابد حسین نے بھی رشید النساء ہی کی سوچ کی پیروی کی ہے۔ ان کی طرح منفی اور مثبت کردار پیش کر کے معاشرے کی فلاح و بہبود میں حصہ لیا۔ ان کا ناول "عذرا" اس حوالے سے اہمیت رکھتا ہے۔ جس میں نسیمہ کا کردار بیگم محمد اعظم سے مشابہت رکھتا ہے۔ وہ نہ صرف اپنے بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت کر کے ان کے اخلاق سنوارتی ہے بلکہ دوسرے کئی بچوں کو بہتر زندگی گزارنے کے قابل بھی بناتی ہیں۔ اس کے برعکس نسیمہ کا کردار منیری بیگم جیسا ہے جو ایک ضعیف الاعتقاد اور بدمزاج عورت ہے۔ وہ اپنے بیٹے جمیل کی غلط تربیت کرتی ہے۔ کسی کی نہیں سنتی اور اپنی بات منواتی ہے۔ انہی عادات کی وجہ سے سب اس سے نالاں ہیں۔ اسی طرح ان کرداروں کے ذریعے مصنفہ نے تعلیم اور جہالت کے فائدے اور نقصان کو واضح کیا ہے۔ صالحہ عابد حسین ایک جگہ لکھتی ہیں:

"عورتوں کو نہ جاہل رہنا چاہئے نہ اپنی ذمہ داری کے کاموں سے گھبرانا اور انھیں چھوڑنا چاہئے وہ گھر داری بھی سیکھیں اور تعلیم بھی حاصل کریں۔ نہ میم بن جائیں نہ جانور رہیں۔ آخر میں اس نے جوش بھری آواز میں کہا۔ جو مرد عورتوں کو جانور سمجھتے ہیں اور

انھیں ذلیل بے جان اور بے حس خیال کرتے ہیں وہ سخت غلطی کر رہے ہیں۔ اب عورتیں بھی غفلت کی نیند سے ہوشیار ہو رہی ہیں اور وہ ان کی باتوں میں نہیں آئینگی یاد رکھئے اگر آپ نے عورتوں کو علم جیسی بے بہا دولت سے محروم رکھا تو دنیا میں بھی اور خدا کے ہاں بھی اس کا جواب دینا پڑے گا[19]۔"

رضیہ فصیح احمد ایک معروف ناول نگار ہیں جنھوں نے "آبلہ پا" جیسا ادبی انعام یافتہ ناول تحریر کیا۔ جس میں صبا کا کردار بیگم محمد اعظم اور اشرف النساء سے مشابہت رکھتا ہے۔ وہ چمنستان ہوٹل کے بچوں کو اردو پڑھاتی ہے۔ اپنی ازدواجی زندگی بہتر بنانے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہے۔ اس کے اچھے کردار وسیرت سے سب متاثر ہوتے ہیں۔ اپنی بچی کی اچھی تعلیم وتربیت کرتی ہے اور اس کو ایک کامیاب ڈاکٹر بنانا چاہتی ہے تاکہ ملک وقوم کی خدمت کر سکے۔ رضیہ بٹ نے تقریباً 51 ناول تحریر کیے۔ انہوں نے بھی رشید النساء کی طرح معاشرتی اور سماجی برائیوں کو ہدف بنا کر معاشرے کی ترقی اور استحکام میں حصہ لیا۔ وہ بھی ان کی طرح ایک ویلفئر ادارے کو چلا رہی تھیں اور یوں غریبوں اور حاجت مندوں کی مدد کر رہی تھیں۔ وہ خود ایک جگہ لکھتی ہیں:

"اس وطن کے باسیوں کے لیے میرے اندر وہی جوش اور ولولہ ہے جو پاکستان بناتے وقت تھا۔ میں ذہنی طور پر تھکی نہیں اور نہ ہی جسمانی طور پر۔ مجھ سے جو کچھ ہو سکتا ہے کرتی رہتی ہوں۔ جتنے وسائل ہیں انہیں بروئے کار لاتی ہوں۔ اپنے چھوٹے سے ویلفئر ادارے کو پھیلانا چاہتی ہوں۔ غریبوں اور دکھی لوگوں کے کام آنا چاہتی ہوں۔ اور اس کے ساتھ ابھی بہت کچھ لکھنا بھی چاہتی ہوں[20]۔"

اس کے علاوہ دیبا خانم، عفت موہانی، آمنہ اقبال احمد اور سلمیٰ کنول کے ناولوں میں بھی ڈھکے چھپے انداز میں "اصلاح النساء" کی تقلید کی گئی ہے۔ بشریٰ رحمٰن جدید دور کی ایک جانی پہچانی ناول نگار ہیں۔ جنھوں نے اللہ میاں جی، بہشت، بت شکن، براہ راست، چاند سے نہ کھیلو، چارہ گھر، چپ، اک آوارہ کی خاطر، خوبصورت، کس موڑ پر ملے ہو تم، لازوال، لگن، پیاسی، شرمیلی اور تیرے سنگ در کی تلاش تھی، جیسے معاشرتی واخلاقی ناول تحریر کیے۔ ان کے ناولوں میں بھی "اصلاح النساء" کی طرح عورت کا ایک مثالی اور کامیاب روپ موجود ہے۔ وہ بھی بچے کی اخلاقی تربیت پر زور دیتی ہیں۔ دیکھا جائے تو دینی واخلاقی تعلیم وتربیت کا موضوع "اصلاح النساء" سے شروع ہو کر جدید دور تک چلا آیا ہے کیونکہ کسی بھی دور میں اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔

اس بحث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ رشید النساء نے معاشرے کی سدھار کے لیے جس ادبی مہم کا آغاز کیا تھا اس نے لوگوں اور خاص کر عورتوں کے اخلاقی اقدار کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کے بعد کی خواتین ناول نگاروں نے ان کی پیروی کر کے ان کا بھرپور ساتھ دیا اور انہی موضوعات کو ناول کے پیرائے میں لکھ کر اصلاح معاشرت میں حصہ لیا اور اردو ادب میں اپنی الگ پہچان بنائی کیونکہ مرد کی بہ نسبت ایک عورت ہی معاشرے کی فلاح وبہبود اور ترقی میں اہم کردار ادا کرتی

ہے۔ وہ ہی عورت کی نفسیات کو بخوبی جان سکتی ہے اور اگر ایک عورت کی اصلاح ہو گئی تو یہ پوری نسل بلکہ پوری قوم کی اصلاح ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 ڈاکٹر سید جاوید اختر، اُردو کی ناول نگار خواتین: 20، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 1997ء

Dr. Said Javid Akhtar, Urdu ki Novel Nigar Khwateen, Sung Mail Publications, Lahore, 1997, Page: 20

2 ڈاکٹر مظفر اقبال، بہار میں اُردو نثر کا ارتقاء: 307، کتاب خانہ، ترپولی، پٹنہ، 1980ء

Dr. Muzaffar Iqbal, Bihar may Urdu Nasr ka Irtiqa, Kutab Khana, Tarpoly Patna, 1980, Page: 307

3 ڈاکٹر یوسف سرمست، بیسویں صدی میں اردو ناول: 156، نیشنل بک ڈپو، حیدر آباد، 1973ء

Dr. Yousaf Sarmast, Beesvi Sadi may Urdu Novel, National Book Dipu Haider Abad, 1973, Page: 156

4 پروفیسر آصفہ واسع، بہار میں اُردو ناول نگاری: 115، جے۔اے پریس، دہلی، 1997ء

Prof. Asifa Wasig, Bihar may Urdu Novel Nigari, J.A Press, Dehli, 1997, Page: 115

5 رشید النساء، اصلاح النساء: 182، احمد برادرز، کراچی، 1894ء

Rasheed ul Nisa, Islah ul Nisa, Ahmad Brothers, Karachi, 1984, Page: 182

6 ڈاکٹر ممتاز احمد خان، اردو ناول کے ہمہ گیر سروکار: 232، فکشن ہاؤس، لاہور، 2012ء

Dr. Mumtaz Ahmad Khan, Urdu Novel k Hamagir Sarokar, Fiction House, Lahore, 2012, Page: 232

7 اصلاح النساء: 6

Islah ul Nisa, Page: 6

8 نفس مصدر: 8

Ibid, Page: 8

9 اصلاح النساء: 32

Islah ul Nisa, Page: 32

10 نفس مصدر: 29

Ibid, Page: 29

11 بہار میں اردو ناول نگاری: 124

Bihar may Urdu Novel Nigari, Page: 124

12 ڈاکٹر ایس-کے-جبیں، اردو کی خواتین ناول نگار: 60، ارم پبلشنگ ہاؤس، پٹنہ، 2009ء

Dr. S.K Jabin, Urdu ki Khwateen Novel Nigar, Irum Publishing House Patna, 2009, Page: 60

13 اصلاح النساء: 5

Islah ul Nisa, Page: 5

14 ڈاکٹر غلام محی الدین انصاری، ہند و پاک کی خواتین ناول نگار:59، شاہد پبلی کیشنز ، نئی دہلی، 2008ء

Dr. Ghulam Mahi Uddin Ansari, Hind wa Pak ki Khwateen Novel Nigar, Shahid Pubilcations, New Dehli, 2008, Page: 59

15 نیلم فرزانہ، اُردو ادب کی خواتین ناول نگار:47، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، 1992ء

Nelum Farzana, Urdu Adb ki Khateen Novel Nigar, Educational Book House, Ali Gharh,1992, Page: 47

16 نفس مصدر:31- 32

Ibid, Page: 31-32

17 اردو کی ناول نگار خواتین:28- 29

Urdu ki n Novel Nigar Khwateen, Page: 28-29

18 نفس مصدر:30

Ibid, Page: 30

19 صالحہ عابد حسین، عذرا:125، موڈرن پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، اگست 1987ء

Saliha Abid Hussain, Azra, Modern Publishing House, New Dehli, August 1987, Page: 125

20 رضیہ بٹ، بچھڑے لمحے:672، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور (س۔ن)

Razia Butt, Bichry Lamhain, Sung Mail Publications, Lahore, (Un Known)Page: 672